فلاحی ریاست کے استحکام میں دفاعی افواج کا کردار

"عہد رسول ﷺ کے غزوات اور سرایا کے تناظر میں فوجی تنظیم"

Military organization in the context of the Ghazawat and Seraya of the Prophet ﷺ 's period

Dr. Muzaffar Ali S/O Lutuf Ali
Lecturer: Department of Islamic Thought and Culture,
National University of Modern Languages (NUML) Islamabad,
Email: muzaffarali@numl.edu.pk

Abstract:

The military campaigns of the early Islamic period, known as the Ghazawat and Seraya, played a significant role in the spread of Islam and the consolidation of Muslim power in Arabia. These expeditions and raids were led by the Prophet Muhammad ﷺ and his companions, and involved both defensive and offensive operations. This research article examines the military organization during the time of the Prophet Muhammad ﷺ, specifically in the context of the Ghazawat and Seraya, which were military expeditions and raids respectively. The article explores the tactics and strategies employed by the Muslim army, including the role of commanders and soldiers. It also investigates the social and political context in which these military campaigns took place, including the role of tribal alliances and the impact of the emergence of Islam on Arab society. The article draws on a range of primary and secondary sources, including historical accounts, religious texts, and scholarly works, to provide a comprehensive analysis of the military organization of the early Islamic period. The findings suggest that the military organization of the time was characterized by a high degree of discipline, efficiency, and

strategic thinking, which contributed to the success of the Muslim army in its various campaigns.

To achieve these objectives, this article will draw on a range of primary and secondary sources, including historical accounts, religious texts, and scholarly works. By providing a comprehensive analysis of the military organization of the early Islamic period, this research article will contribute to a deeper understanding of the factors that contributed to the success of the Muslim army and the spread of Islam in Arabia.

Keywords: Ghazawat, Seraya, military organization, social context, political context

اسلام نے جس قوم اور جگہ پر اپنے وجود کا اظہار کیا وہ غیر متشکل تھی، اس لئے اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل کی ابتداء بنیادی مراحل سے گزری، اس کی باقاعدہ بنیاد نبی کریم محمد ﷺ نے ہجرت "مدینہ" کے بعد منظم تشکیلی اقدامات داخلی قومی تنظیم کے دائرے میں رکھی، اپنی شناخت کے استحکام کے بعد ہی اسلام کو اپنی دفاعی حالت کو سامنے لانے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ دفاعی نقطہ سیرت طیبہ کی روشنی میں قابل غور ہے کہ اپنے استحکام کے بعد کن مناہج پر اپنے دفاع کے بارے فکر کی ضرورت ہے، اور قومی استحکام کو مد نظر رکھتے ہوئے فکر دفاع کس معیار پر ہونا چاہئے؛ مدینہ طیبہ کی ریاست کے طور پر بنیاد کے تناظر میں یہ امر قابل غور ہے، غزوات اور سرایا کے حقائق جاننے کے بعد سرایا کے ذریعے اپنے مضبوط استحکام کو ثابت کرنے کے فلسفہ کو فکری انداز میں سامنے لانے کی ضرورت ہے کہ پہلی ہجری میں سریہ حمزہ بن عبد المطلب اور سریہ عبید بن الحارث جیسی کارروائی کی ضرورت پیش آئی، جو کہ ایک نئی ریاست کے ابتدائی دفاعی عمل تھے، جس کے تمام

پہلوؤں پر غور کی ضرورت ہے کہ فوجی تنظیم کن بیناداوں پر مبنی اور قومی تناظر میں کن جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کن دفاعی مراکز کے قیام ساتھ قومی بقاکا جزءلازم کا درجہ رکھتی ہے، اور غور کی ضرورت ہے کہ جب انہی سرایا کے بعد نوبت باقاعدہ منظم جنگ تک پہنچی؛ جنہیں اسلامی اصطلاح میں غزوات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؛ غزوہ بدر کی صورت میں، جہاں مسلمانوں کو اپنا اعلیٰ دفاعی فوجی کردار واضح کرنالازمی تھا، اس تناظر میں مسلمانوں کے احوال کا دفاعی تشکیلی خاکہ سامنے لانا بھی ضروری ہے اور ان (غزوات اور سرایا) سے اپنی دفاعی تنظیم کے کردار کو جانچنے کی ضرورت ہے کہ کن بنیادوں پر فوجی تنظیم کو منتظم کیا گیا اور یہ کہ اپنے دفاع کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اندرونی اور بیرونی فوجی سرگرمیوں کی کیا ترتیب اور ترکیب تشکیل دی گئ؟

اس ریاستی بنیادی دفاعی فکری خاکے کو سامنے رکھتے ہوئے دور حاضر میں دفاعی فوج کی تشکیل پر غور کی ضرورت ہے، کہ قومی استحکام کو مد نظر رکھتے ہوئے دفاعی تشکیل کن بنیادوں اور کن جہتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہونی چاہئے؟ دور حاضر کا نظام دفاع ریاست مدینہ کی قومی بقاء اور ارتقائی فکر کو سامنے رکھتے ہوئے تشکیل نو کا متقاضی ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے فلاحی ریاست کے لئے دفاعی اصولوں کو ریاست طیبہ کی روشنی میں سامنے لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تشکیل معاشرہ کے اصول:

جب کسی بھی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس کی باقاعدہ تشکیل کے لئے دو امور بہت اہم ہوتے ہیں

1- داخلی 2- خارجی۔

داخلی امور کا مرکز افراد کی تربیت ہوتی ہے کہ جس سوچ پر اس معاشرے کی بنیاد رکھی جارہی ہے وہ اپنے زندگی کے ہر مرحلہ میں اسے شامل کریں۔ جس کے بارے میں عبد الرحمٰن ابن خلدون کہتے ہیں کہ انسان کا وجود معاشرتی ہے جو انسان سے رہن سہن کے ساتھ اس کے اصول وضوابط کا تقاضا کرتا ہے جس میں انسیت اور عصبیت کے علاوہ تمام بشری اوصاف شامل ہیں[1]۔ اسی طرح ہمیں اسلام کی نظر میں اسلامی اصولوں پر مبنی نئے معاشرے کی تشکیل کو بنیادیات کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ دوسرا مرحلہ خارجی امور اپنی شناخت کو موجود معاشروں میں کماحقہ ثابت کرنے پر مبنی ہے، کیوں کہ جب معاشرہ اپنا وجود ثابت کرنے لگتا ہے تو انسانی فطرت انسیت اور عصبیت اور بشری اوصاف کے تناظر میں بیرونی معاشرے ان کی ترویجی سوچ کی بنا پر کچھ قبول کرتے ہیں اور کچھ قبول نہیں کرتے۔ اس کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ ساتھ روابط لہجوں میں بدلاؤ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کی اعلیٰ مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ [1] ﴾

ایک معاشرے کا اپنی بنیادی تشکیلی بنیاد پر بیرونی قوتوں کے لئے ثابت کرنا ہوتا ہے کہ اس کا استحکام کتنا پائیدار ہے؟ جس کا تعلق معاشرے کی دفاعی حالت پر محیط ہوگی۔ اس کی اصل صورت حال کا خلاصہ ہمیں اسلامی ریاست کی بنیاد کے تناظر میں ممکن ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت عرب خطہ کے ایک علاقہ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی، اس وقت کے حالات کے تناظر میں مغربی مؤرخ مستشرق آرنلڈ جوزیف ٹائن بی(1975ء) کا کہنا ہے کہ اسلام کی تشکیل کی ابتداء ہجرت مدینہ کے بعد سے ہے؛ کیوں کہ اس وقت اسلام اپنی شناخت کے مراحل میں تھا اور پچھلی شناخت کے تحت تھا، جس پر دسترس نہ ملنے کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے پہلی ہجرت کا حکم دیا کہ جو معاشرتی شناخت کے

---

[1] القرآن: 49/13

تغیر کا پہلا مرحلہ تھا۔ اس دور کو اہمیت حاصل ہے اس بنا پر کہ اپنے نئے معاشرے کی تشکیل کے تناظر میں خود کو بیدار رکھا، داخلی امور کے تناظر میں افراد کی تربیت کے مرحلہ پر عمل درآمد شروع کی، تبھی اگر اس تناظر میں ہم اہل یثرب کے بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کی طرف نظر دوڑائیں اور جانچیں کہ کیا ضرور تھی کہ عرب کے مخصوص کے خطے کے لوگ متاثر ہوئے اور اپنی معاشرتی تعمیر کی بنا پر ہجرت کی دعوت دی۔ تبھی اس ہجرت کے تناظر ارشاد ربانی ہے کہ

﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا[2]﴾

ترجمہ: اور آپ (اپنے رب کے حضور یہ) عرض کرتے رہیں: اے میرے رب! مجھے سچائی و خوش نودی کے ساتھ داخل فرما اور مجھے سچائی و خوش نودی کے ساتھ باہر لے آ اور مجھے اپنی جانب سے مدد گار غلبہ و قوت عطا فرما دے۔

اس اہمیت کی بنیاد کے تناظر میں سب سے پہلے اہل سیر کی نظر سے اہل یثرب کی ملاقات کے احوال کا جاننا لازمی ہے، اہل یثرب – مدینہ – کے احوال ذرا اس طرح تھے۔

- یثرب – مدینہ – کی ریاستی سیاسی حالت وہی تھی جو مکہ کی تھی۔
- باہمی جھگڑالوں قبائل پر مشتمل خطہ تھا، اسی وجہ سے ان میں مختلف وجوہات کی بنا پر کچھ ایام مسمیٰ تھے جن میں جنگ منعقد ہوتی تھی[3]۔
- اور وہاں ایک اہم مذہبی گروہ یہود کا مذہبی بنیاد پر ایک اہم مقام تھا[4]۔
- یہود کا ان کے درمیان مذہبی اور تجارتی مقام اور یہود کی ان دونوں جوانب میں کاوشیں۔
- یہود کی نظر کے مطابق ایک نئے نبی کی توقعات کی گہما گہمی۔

مکہ اور یثرب کے اجتماعی (معاشرتی) احوال کی یکسانیت یوں تھی کہ دونوں خطے کسی طاقت کے ماتحت نہیں تھے اور نہ ہی اجتماعیت اور قومی بنا پر متشکل تھے، تبھی ان کے قومی حالات ویسے تھی جیسے اہل سیر اور مؤرخین نے ذکر کئے ہیں کہ ان میں نہ باہمی ہم آہنگی تھی اور نہ ہی کوئی ایسا قومی یا اجتماعی پہلو تھا جس پر

کسی قوم کا معاشرتی تنظیم کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے۔ ہمیشہ آپس میں جھگڑے ہوتے یہاں تک کہ انسانی فطرت کی خاطر خود کو کچھ دن کا چھل پہل کا موقعہ دینے کی خاطر ایام کی تقسیم بنادی گئی تھی کہ ان دنوں میں ہم لڑسکے ہیں ان میں کچھ بھی ہو جائے نہیں لڑیں گے اگر کسی سے ان اصول کو توڑاتو سب قبائل مل کر اس پر کسی قسم کا ہرجانہ –چاہے وہ مل کر اس پر حملہ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے– کریں گے، اور ان کے یہ ایام اس پر بھی تقسیم ہوتے تھے کہ کون سے دن فقط کس قوم / قبیلہ سے جنگ کے ہیں[5]۔ ایسے میں ایک قومی ڈھانچے کی تشکیل کی ضرورت تھی۔

کسی بھی مذہبی اور غیر مذہبی نظام کے بغیر رہنے والے لوگوں کے درمیان ایک مذہبی گروہ یہود آ کر آباد ہوا، اور ان کی مذہبیت وقت کے مطابق ایک مقام رکھتی تھی، ان کے راہبوں میں یہ بات گردش تھی کہ اس وقت کے مطابق ایک نبی / رسول کی ضرورت ہے اور تعلیمات یہود کے مطابق ان کا وقت بھی آن پہنچا ہے یہاں تک کہ کچھ تاریخ اور سیرت کی کتب یہاں تک بھی بتاتی ہیں کہ انہوں نے ان کی بعثت کے خطے کے بارے میں بھی بتایا کہ اس خطے میں ہی وہ مبعوث ہوں گے[6]۔ اگرچہ یہ قوم تشکیل اور تنظیم کے بغیر تھی اور بغیر سربراہ کے تھی ایسی اخبار نے ان کے ذہنوں میں گھر کر لیا تھا کیوں کہ یہ باتیں وہ لوگ کر رہے تھے جو وقت کے مطابق اعلیٰ مقام اور پہچان رکھتے تھے۔ یہ اس وقت کے یثرب –مدینہ– کے سرسری احوال تھے۔

اہل یثرب کو قومی ڈھانچے کی تنظیم کی ضرورت پڑی، اس بنیاد پر اہل سیرت اور تاریخ کہتے ہیں کہ انہوں نے مکہ سے مدد کا سوچا اور اپنا وفد اہل مکہ کے پاس بھیجا۔ جبکہ اگر مکہ کے احوال کی طرف غور کیا جائے تو اس کے حالات بھی ان کی طرح ہی کے تھے، بلکہ اس وقت کے مطابق اور زبوں حالی کا شکار تھے، کیوں کہ اس وقت کے طبقات نئی آواز –بعثت رسول کریم ﷺ– کو دبانے کی کوشش میں تھے، کیوں کہ یہ صرف ابتداء کے ہی مراحل میں نہیں تھی بلکہ یہ آواز تو اتنی بلند ہو چکی تھی ہجرت اول کے ذریعے حبشہ کی منظم ریاست تک پہنچ چکی تھی اور پھیل چکی تھی کہ واقعہ طائف کے ذریعے کھل قبائل عرب میں پھیل چکی تھی۔ تو

ایک ریسرچر اس مطالعے کے بعد کیسے مان سکتا ہے کہ ایسے نازک دور میں ایک بھکاری بھکاری سے بھیک مانگنا چاہ رہا تھا۔ اہل سیر اور مؤرخین قابل احترام ہیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی حالات کا مشاہدہ کما حقہ خود نہیں کیا یہ ان کی ایک رائے اور سوچ ہو سکتی ہے کہ اہل مدینہ نے اہل مکہ سے اپنی تنظیم کے لئے وفد بھیجا۔ غور کی ضرورت ہے کہ جب وہاں کے لوگوں کو اپنی زندگی کی مشکلات کما حقہ ادراک ہوا تو انہوں نے اپنی قوم میں سے عقل مند اور داناہ لوگوں کا انتخاب کر کے وفد مکہ کی جانب بھیجا کہ ہماری قومی تشکیل کا کوئی حل نکلے۔ انہوں نے سوید بن صامت، اسعد بن زرارۃ اور ایاس بن معاذ وغیرہ جیسی عقل مند شخصیات کا انتخاب کیا، سوید بن صامت کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو کتب سیرت میں بہت مشہور ہے وہ کہتے تھے کہ میں حکیم لقمان کی طرح ہوں۔[7] ایسے میں اس دور کے لوگوں کا وفد میں ایسے اعلیٰ مایہ ناز لوگوں کا انتخاب بھی قابل دید ہے۔ اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حقیقت میں وہ داناہ لوگوں پر مشتمل وفد فقط رؤساء مکہ کے پاس گیا تھا یا انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تحریک کے حقائق اور اثرات اور تاثرات کے بارے میں سنا تھا اس کو دیکھنے اور جانچنے گئے تھے؟

ابن خلدون نے جو رائے دی ہے کہ معاشرے کی تشکیل میں داخلی امور والی جہت افرادی تربیت پر مبنی ہوتی ہے، تعلیمات دین سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا دور مکی معاشرتی داخلی تشکیل میں مصروف رہا۔ کیوں کہ رسالت کے منصب کا تقاضا ہی انسان ذات کی تربیت ہے، جیسے ارشاد ربانی ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ[8]﴾

ترجمہ: (ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر جمع تھے، (پھر جب ان میں اختلافات رونما ہو گئے) تو اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبروں کو بھیجا، اور ان کے ساتھ حق پر مبنی کتاب اتاری

تا کہ وہ لوگوں میں ان امور کا فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرنے لگے تھے اور اس میں اختلاف بھی فقط انہی لوگوں نے کیا جنہیں وہ کتاب دی گئی تھی

یہ آیت مبارکہ مرسلین کے منصب کا تقاضا بتا رہی ہے، اسی طرح منصب المرسلین کو بیان کرتے ہوئے امام شیخ اَبو الحسن علی بن محمد الماوردی لکھتے ہیں:

"والأنبياء هم رسل الله تعالى إلى عباده بأوامره ونواهيه، ... لما أراده الله تعالى من كرامة العاقل وتشريف أفعاله واستقامة أحواله وانتظام مصالحه، حين هيأه للحكمة وطبعه على المعرفة...[9]"

ترجمہ: انبیاء اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں انہیں تعمیلی احکام دینے اور ممنوعات سے روکنے کے لئے،۔۔۔جو اللہ تعالیٰ ان سے چاہتا ہے وہ عقل کی فراست، اعزازی افعال اور حالات کی درستگی اور مصالح کا تنظم، جیسی ان میں حکیمانہ صلاحیتیں اور معرفت کی گہرائی موجزن فرمائی ہے ۔۔۔"

اسی پیراہے میں ہے ہمیں اس بے بنیاد اور خستہ حال انسانی زندگی کی تشکیل کے مراحل کو سامنے رکھنا ہو گا کہ نبی کی ذمہ داری میں سے تنظم اور احوال کی درستگی ہے۔ انہوں اقدار کی پھیلتی خوشبو کی بنسبت اہل مدینہ نے ایک اعلیٰ شخصیات پر مبنی وفد مکہ سرزمین پر بھیجا ہو گا؛ اس وقت کے حالات کے تناظر اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، کیوں کہ جس شخصیت کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی ذات نے کیا اور سب اعلیٰ اور اولیٰ منزلت سے نوازا جس سرزمین کی طرف اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا وہاں بسنے والے بھی اتنے اہم اور اصحاب دید ضرور ہوں گے، کیوں کہ یہ ایک محب کا محبوب کے لئے انتخاب تھا۔ تبھی میرا ماننا یہ ہے کہ اہل یثرب اپنے وجود کو کھڑا کرنے کی خاطر رب کریم کے برگزیدہ بندے کو جانچنے کی خاطر گئے۔

تبھی تشکیلی پہلے مرحلے افراد کی تربیت کو اعلیٰ انداز میں پیش کیا جیسا حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

عن النعمان بن بشير قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى [10]" .

ترجمہ: نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ لطف و نرم خوئی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے کہ جب اس کا کوئی ٹکڑا بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے ایسا کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

رہی بات معاشرے کے تنظیم میں خارجی امور کی تفاصیل جیسے ابتداء میں اشارہ کر چکا ہوں۔ یہ معاشرے کی ساکھ محفوظ رکھنے کا اہم نقطہ ہے۔ اس کی دو اہم جوانب ہیں 1- اپنے وجود کو ثابت کرنا، اور 2- اپنے وجود کا باور کروانا۔ ان دونوں جہتوں کا تعلق افرادی دفاع طاقت سے ہے، کیوں کہ جب کوئی نئ پروڈکٹ الگ انداز میں مارکیٹ میں آتی ہے تو تمام مقابل پروڈکٹس اس کو پچھاڑنے نہیں بلکہ اس کا خاتمہ کرنے کے لئے میدان میں آ جاتی ہیں۔ یہی بات انسان کے معاشرے کے بارے میں جسے ابن خلدون نے اپنے ملخص انداز میں پیش کیا کہ انسانی رہن سہن ان اصول وضوابط کا تقاضا کرتا ہے جس میں انسیت اور عصبیت کے علاوہ تمام بشری اوصاف شامل ہیں، اور بشری اوصاف کے بارے قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾[11]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔

معاشرے کی تشکیل کے تناظر میں اسلامی معاشرے کی بنیاد اور مراحل کی تقسیم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی روشنی میں اس طرح ہے:

1- ہجرت مدینہ

2- معاشرتی امور کی فیصلہ سازی- جسے ہم پارلیمانی امور کا مرکز-مسجد کا قیام[12]

3- باہمی بھائی چارہ(مواخات مدینہ)

4- میثاق مدینہ، مدینہ میں مختلف گروہ بندہ کی بناپر جسے داخلی نظام کے تحفظ کی ضمان کہہ سکتے ہیں

5- عیسائی اور یہود کے ساتھ معاہدات

6- یثرب کو مدینہ کے نام سے شہر کا درجہ دینے کا کردار

7- مہمات-سرایا-سے ابتداء

8- خطہ میں اپنے احوال کو استوار رکھنے کے لئے غزوات کی ابتداء

9- صلح حدیبیہ خارجی ریاستی تشکیلی قدم کے طور پر

10- ریاستی معاہدات اور اصولوں کی قدر وقیمت اور داخلی حالات کی تقسیم کے تناسب میں خیبر کی مہم، اور اسلامی تہذیب کے بنیادی ثبوت اثرات اور اسلامی قوت۔

11- فتح مکہ اور متعلق قریب کی قوت کی سرکوبی غزوہ حنین اور طائف کا محاصرہ

12- بین الاقوامی اپنے معاشرے کو ثابت اور باور کروانے کے لئے تمام معاشرتی قوتوں کو وفود کا ارسال

13- حجۃ الوداع اور پارلیمانی قومی تشکیلی خطاب۔

مندرجہ بالا تمام نقاط دور حاضر کے تناظر میں قابل تحقیق ہیں

فلاحی اسلامی ریاست کا استحکام اور دفاعی اقدار

تشکیل معاشرے کے پہلے سبب داخلی امور کافی حد تک واضح ہو گئے ہیں، اس لئے نبی کریم ﷺ کے ہجرت مدینہ کے سفر اور اس مرحلہ پیش آنے والی صعوبتوں اور مدینہ میں پہنچنا اور اہم اقدامات کی تفاصیل وقت طلب ہیں ان نقاط کی طرف اشارہ کر چکا ہوں کہ ہر نقطہ تحقیق طلب ہے، اس تحقیق کے تناظر میں محض دفاعی تناظر کو سامنے لانا اہم مقصد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہجرت کے بعد اپنے قومی داخلی امور کو متشکل کر لیا اس مدنی معاشرے کی تاسیس اور تشکیل پر "ڈاکٹر محمد الغزالی" نے اپنی کتاب میں "أسس البناء المجتمع الجديد[13]" کے نام سے باب قائم کیا ہے اور تفاصیل سے داخلی معاشرتی اقدار کے مراحل کو بیان کیا ہے، نبی کریم ﷺ جب اپنا قومی داخلی ڈھانچہ تشکیل دے چکے تو اپنے استحکام اور وجود کو ثابت کرنے لئے مہمات / سرایا سے ابتدا کی؛ اور اس کے بعد یہ خارجی تشکیلی شکل اپنا دائرہ بڑھاتی ہی گئی، یہاں تک کہ تہذیب اسلامی نے ہمہ گیر عالمی سلطنت کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔

سب سے پہلے معاشرے کے اہم مرکزی نقطہ دفاعی کردار کو سیرت اسلامی کے تناظر میں سامنے لانے کی ضرورت ہے، اسلامی فلاحی ریاست کی داخلی تشکیل کے بعد اس کی بنیادیات میں سے دفاعی افواج کی صورت کی وضاحت سرایا اور غزوات کے حقائق پر مبنی ہے۔ نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ پہنچے وہ مرحلہ اہل سیر اور مؤرخین کے نزدیک مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء ہے، مسلمان تاریخ کی باقاعدہ شروعات کی چھوٹی سی مثال بہت بتاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب نجران کے عیسائیوں کو خط لکھے تو اس میں اسلامی ہجرت کی تاریخ رقم فرمائی؛[14] آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے متبعین میں اتحاد کی شمع جلائی تبھی قرآن کریم میں قومی وحدت کے اوصاف اور کردار اسلامی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[15]﴾

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ

مؤاخات مدینہ کی صورت میں قومی تشکیل کی کیا اعلیٰ اقدار متعارف کروائی اس کی مثال حدیث قدسی میں سے ہے کہ:

"قال الله تعالى: وجبت محبتي للمتحابين فيّ، والمتجالسين فيّ، والمتزاورين فيّ، والمتباذلين فيّ[16]"

ترجمہ: "میری محبت ان پر لازم ہے جو میرے لئے محبت کرتے ہیں، اور میری خاطر ساتھ بیٹھتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اور میری خاطر عاجزی کرتے ہیں"

جب اس قدر معاشرتی اقدار داخلی طور پر مضبوط و منظم ہوئیں تو اپنی خارجی اقدار کو یوں منظم کیا کہ سب سے پہلے دوسری گرد میں بسنے والی قوموں کے ساتھ معاہدات کئے جن میں مدینہ کی حدود میں بسنے والے نمایاں حیثیت رکھنے والے یہود سر فہرست ہیں، انہیں باور کروایا کہ ہم منظم قوم ہیں اور قومی وحدت اور ترقی چاہتے ہیں، ان کے یقین دہانی پر ارشاد ربانی نے مہر ثبت کی کہ:

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلاَ تَنْقُضُوا الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا[17]﴾

ترجمہ: "اور تم اللہ کا عہد پورا کر دیا کرو جب تم عہد کرو اور قسموں کو پختہ کر لینے کے بعد انہیں مت توڑا کرو"

داخلی اقدار میں مختلف قوموں کے ساتھ معاہدات کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو طریقوں سے اپنی قومی اور ملی شناخت کو ثابت کیا، اسے ثابت کرنے کی اہم وجہ تھی کہ جس قوم کو چھوڑ کر آئے تھے اس سے تعلقات بہت قریبی تھے اور وہ قوت میں بھی زیادہ تھے، اپنا وجود ثابت کرنے کے اور دور دور تک اپنا سکہ منوانے کے لئے اہم تھا کہ ان سے اپنا وجود باور کروایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا جائے کیوں کہ جس حال میں ہجرت کی ان حالات میں اپنی ہر چیز وہیں چھوڑنی پڑی تھیں؛ ایسے میں اپنی دفاعی فوجی قوت سامنے لانا لازمی تھا۔ دفاعی حال دو طریقوں سے سامنے لایا گیا، 1- مہمات / سرایا 2۔ غزوات

سرایا: عرف عام اس کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ لڑائی جس میں نبی کریم ﷺ نے شرکت نہیں کی وہ سریا کہلاتا ہے۔

لیکن اگر گہرائی میں دیکھا جائے تو یہ مہمات تھیں جن کے لئے ابتدائی مراحل کی بنیاد پر دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجے جاتے تھے[18]، کیوں کہ نئی بنیادی قوم کو دو چیزوں کی اشد ضرورت تھی، 1۔ اقتصادی تقویت کی، جیسا پہلے ذکر کر چکا ہوں، 2۔ اپنا وجود منوانا۔ ان دو کے بغیر کما حقہ اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی منشا کے مطابق عروج ممکن نہیں تھا۔ وہ عروج پوری انسان ذات کی تربیت کا نام ہے، رب کریم کا ارشاد ہے کہ

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[19]﴾

ترجمہ: "تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،"

تنظیم کے بعد ہجرت کے پہلے سال ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے پہلی مہم سریا پر ساٹھ مہاجرین پر مبنی عبیدۃ بن الحارث کی سرکردگی میں لشکر روانا فرمایا، جس میں طرفین کا سامنہ ثنیۃ کے مقام بنوجحفۃ کے قریب ہوا[20]۔ مہم جوئی پر کم و بیش 35 سرایا بھیجے گئے تھے۔

ان مہموں پر دور حاضر کے تناظر میں عسکری جتھے کی تشکیل کی جاتی تھی، دیکھ بھال کر مہارت کے حامل لوگوں کو شامل کیا جاتا تھا[21]، وہ ایک قوم کا بہت ابتدائی مرحلہ تھا باقاعدہ تربیتی کیمپ یا ادارہ نہیں تھا لیکن حالات کے تناظر میں فکری نہج وہی تھی جو آج کے زمانے میں فوج کی عصر حاضر کے دفاعی تناظر میں۔ کیوں کہ دور حاضر کی جدت نے محاذوں کی نوعیت بالکل بدل دی ہے۔ ہر نوعیت کی اور ہر وقت کی مطابق تیاری کو مسلمان کے لئے یہ آیت مبارکہ احسن اور اعلیٰ انداز میں ترجمانی کر رہی ہے کہ:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ [22]﴾

ترجمہ: " اور (اے مسلمانو!) ان کے (مقابلے کے) لئے تم سے جس قدر ہو سکے (ہتھیاروں اور آلاتِ جنگ کی) قوت مہیا کر رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی (کھیپ بھی) اس (دفاعی تیاری) سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراتے رہو اور ان کے سوا دوسروں کو بھی جن (کی چھپی دشمنی) کو تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم سے ناانصافی نہ کی جائے گی"

غزوات: معروف تعریف کہ ہر وہ جنگی محاذ جس میں نبی کریم ﷺ نے بھی شرکت کی ہو۔

غزوات دراصل کسی معرکہ کا نام ہے جسے باقاعدہ اعلانیہ جنگ کہہ سکتے ہیں کہ فریقین کے درمیان وقت اور جگہ کے مطابق اعلان ہو کہ دونوں فوجیں سامنے سامنے ہوں گی۔ باقاعدہ جنگ میں کھل کر اپنی طاقت کے استعمال کا موقعہ ہوتا ہے کہ دشمن / مقابل ہماری حیثیت کو کما حقہ جان لے اور آئندہ ہر دشمن کو ہماری قوت کا اندازہ ہو۔ جیسے پچھلے صفحے پر سورۃ انفال کی آیت 60 کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اہم نقطہ منصب بنوت ہونے کے ناطے طاقت کے گھمنڈ میں پھیلی بدمعاشی اور فساد کو ختم کرنا اہم مقاصد میں سے تھا تبھی اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ[23]﴾

ترجمہ: (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں (وطن) سے ناحق نکالے گئے صرف اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے (قیامِ اَمن کی جدوجہد کی صورت میں) ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے، اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ ضرور (بڑی) قوت والا (سب پر) غالب ہے

غزوات کی تعداد ستائیس ہے[24] جو اس طرح ہے:

1- غزوہ ودان- 2 ھجری	2- غزوہ بواط- 2 ھجری
3- غزوہ بدر الأولی- 2 ھجری	4- العشیرۃ- 2 ھجری
5- بدر الکبریٰ- 2 ھجری	6- بنی سلیم- 2 ھجری
7- بنی قینقاع- 2 ھجری	8- السویق- 2 ھجری

9- ذی اَمر اور غطفان– 3 ھجری
10- اُحد– 3 ھجری
11- حمراء الأسد– 3 ھجری
12- بنی النضیر– 4 ھجری
13- بدر الأخیر– 4 ھجری
14- غزوۃ ذات الرقاع 4 ھجری
15- الخندق– 5 ھجری
16- دومۃ الجندل– 5 ھجری
17- بنی المصطلق– 5 ھجری
18- بنی قریظۃ– 5 ھجری
19- ذی قرد– 6 ھجری
20- بنی لحیان– 6 ھجری
21- ذات الرقاع– 7 ھجری
22- الحدیبیۃ– 6 ھجری
23- مؤتۃ– 8 ھجری
24- خیبر– 7 ھجری
25- حنین– 8 ھجری
26- فتح عظیم– 8 ھجری
27- تبوک– 9 ھجری
28- طائف– 8 ھجری[25]

اس نئی فلاحی ریاست کی دفاعی اقدار کو دور حاضر کے تناظر میں سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے قوم کی تربیت کی، اس جہت کی اقدار کو ہمیں اپنی اسلامی مملکت میں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس اقدار کی کتنی ضرورت ہے اور کن بنیادوں پر کماحقہ ممکن ہے۔ اس کے بعد ہی ہم اپنے وجود کا کماحقہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں، اور اغیار کی ہرزہ سرائی نمابد تمیزیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے اگر ہم امت کے احوال پر نظر دوڑائیں اور جانچیں کہ کیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ہمیں تربیت دی کہ داخلی اور خارجی طور پر خود کو مستحکم بناؤ تو کیا ہم اسباب ہونے کے باوجود خود کو آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق خود کو بنا سکے؟ اس کا جواب نفی میں ہی آئے گا، جبکہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کو دیکھیں تو آپ ﷺ نے ہمیں یہی سبق دیا ہے کہ خود کو اتنا مضبوط اور مستحکم بنائیں کہ غیر ہماری طرف بری نظر سے دیکھنے کا سوچ تک نہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ [26] ﴾

دور حاضر میں قرآن کریم کی ان تعلیمات پر غور کرتے ہوئے امت مسلمہ کو اپنے خارجی امور کی فکر کی ضرورت ہے، آج امت پوری دنیا میں کمزور ترین جانی جاتی ہے سواء مملکت پاکستان کے جو ایک عجمی ملک کی حیثیت رکھتا ہے اور جس جہت اور خطہ اس عظیم دین کا بنیاد پڑا وہ فقط اقتصادی طور پر اعلیٰ تفوق حاصل کے باوجود خود کو ابھی تک ثابت نہیں کر سکے۔ اسی وجہ سے دور حاضر کی طاقت ور اور کمزور قومیں ہمیں وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیتیں جس کا آقاء نامدار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں پیغام دیا ہے، اور بار ہا دین اسلام کا تمسخر تک اڑایا جاتا ہے اور ہم مجبور اور بے بس نظر آتے ہیں؛ جس کی بہت بڑی وجہ ہماری عسکری طاقت کا فقدان ہی ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ تحقیق اسلامی معاشرتی اقدار میں ریاستی دفاعی پہلوؤں کی حقیقت پر مبنی ہے، اس لئے سب سے پہلے معاشرتی تشکیل کے نقاط کو سامنے لاتی ہے کہ داخلی اور خارجی دونوں جہات کو سامنے رکھتے ہوئے، اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے کی بنیاد کے لئے کن امور کا ہونا لازمی ہے۔ جس بنیاد پر نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی اعلیٰ ریاست کا قیام تشکیل دیا، سب سے پہلے ابتدائی امور کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ کن مراحل پر توجہ کی اہم ضرورت ہے، اور معاشرتی تشکیل میں داخلی امور کیا ہیں اور کن بنیادوں پر قوم کی تربیت احسن انداز میں ممکن ہے اسی زاویے میں ریاست مدینہ کی تشکیل کے منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی دفاعی اقدار کو فکری طور پر سامنے لانی کی کوشش کی گئی ہے، کہ نئے معاشرے کو ایسی کیا ضرورت تھی کہ خود کو دفاعی طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی، انہیں ادوار میں تمام سرایا اور مغازی کی صورت سامنے رکھی گی ہے۔اس کے بعد یہ تحقیق دور حاضر کی صورت کا مقارنۃ کرتے ہوئے ضروریات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

[1] عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون، **مقدمه ابن خلدون**، تحقیق علی عبد الواحد وافی، دار نهضة مصر للنشر، ج 1 ص 329۔

Abd Alrhmn Bin Muhamad Bin Khaldun, Muqadamuh Abn Khaldun, Tahaquyq Ealay Eabd Alwahid Wafy, Dar Nahdat Misr Lilnashri, J 1 S 329-

[2] القرآن 80/18

[3] جیسے یہ ایام: یوم الصفیئۃ، یوم وفاق بنی خطمۃ، یوم حاطب ابن قیس، یوم حضیر الکتائب، یوم اُطم بنی سالم، یوم اُبتر وہ، یوم البقیع، یوم بعاث یوم مضرس، معبس، یوم الدار، یوم بعاث الآخر اور یوم فجار الانصار وغیرہ (لجنة التاريخ المنظمة العالمية للحوزات والمدارس الإسلامية –قم–، **تاريخ الإسلام**، الأميرة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان، 2011، ص 142.)

Lǧnẗ Al-Tārīẖ Al-Mnẓmẗ Al-ʿālmīẗ Llḥūzāt Wālmdārs Al-Islāmīẗ -Qm-, Tārīẖ Al-Islām, Al-ʾamīrẗ Llṭbāʿẗ Wālnšr Wāltūzīʿ, Bīrūt – Lbnān, 2011, Ṣ 142.

[4] محمد سهيل طقوش، **تاريخ العرب قبل الإسلام**، دار النفائس، بيروت – لبنان، 2009، ص 262-63

Muhamad Suhayl Tuqushu, Tariykh Alearab Qabl Al'iislami, Dar Alnafayisi, Biyrut - Lubnan, 2009, S 262-63

[5] **تاريخ الإسلام**، ص 142.

Tārīẖ Al-Islām, Ṣ 142.

[6] أبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (224-310هـ)، تاريخ الطبرى – تاريخ الرسل والملوک، تحقيق: محمد ابوالفضل إبراهيم، دار المعارف مصر، ط 2 ، ج2 ص 354-

Abī Ǧʿfr Mḥmd Bn Ǧrīr Al-Ṭbrī (224-310h.), Tārīẖ Al-Ṭbrī – Tārīẖ Al-Rsl Wālmlūk, Tḥqīq: Mḥmd Abwālfḍl Ibrāhīm, Dār Al-Mʿārf Mṣr, Ṭ 2 , Ǧ2 Ṣ 354-

[7] أيضاً ص 351،52-

Ibid, 351,52

[8] القرآن 213/2

Al-Qrʾān 2/213

[9] امام شيخ أبو الحسن على بن محمد الماوردى (م 450 هـ)، **اعلام النبوة**، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، 1986، ص 19.

Amām Šīẖ Abū Al-Ḥsn ʿlī Bn Mḥmd Al-Māūrdī (M 450 H.), Aʿlām Al-Nbūẗ, Dār Al-Ktb Al-ʿlmīẗ, Bīrūt – Lbnān, 1986, Ṣ 19.

[10] أخرجه مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، (4/ 1999)، برقم: (2586)، والبخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، (8/ 10) برقم: (6011)،

Aẖrǧh Mslm, Ktāb Al-Br Wālṣlẗ Wālʾādāb, Bāb Trāḥm Al-Muʾmnīn Ūtʿāṭfhm Ūtʿāḍdhm, (4/ 1999), Brqm: (2586), Wālbẖārī, Ktāb Al-ʾadb, Bāb Rḥmẗ Al-Nās Wālbhāʾim, (8/ 10) Brqm: (6011),

[11] القرآن : 13/49

Al-Qrʾān : 49/13

[12] تاريخ طبرى، ج 2 ص 394-

Tārīẖ Ṭbrī, Ǧ 2 Ṣ 394-

[13] محمد الغزالى، فقة السيرة، دار الحدثية، قاهرة، ط 6 ، 1965، ص 187

Mḥmd Al-Ġzālī, Fqẗ Al-Sīrẗ, Dār Al-Ḥdṯīẗ, Qāhrẗ, Ṭ 6 , 1965, Ṣ 187

[14] جلال الدين السيوطى، **الشماريخ في التاريخ**، تعليق: عبد الرحمن حسن محمود، مكتبة الآداب قاهرة مصر، 1411 هـ، ص 11-

Ǧlāl Al-Dīn Al-Sīūṭī, Al-Šmārīẖ Fī Al-Tārīẖ, Tʿlīq: ʿbd Al-Rḥmn Ḥsn Mḥmūd, Mktbẗ Al-ʾādāb Qāhrẗ Mṣr, 1411 H., Ṣ 11-

[15] القرآن: 103/3

Al-Qr᾽ān: 3/103

[16] الزرقاني – محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزرقاني المصري الأزهري، **شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك**، مكتبة الثقافة الدينية،قاهرة ، 2003م، ص 553-

Al-Zrqānī - Mḥmd Bn ʿbd Al-Bāqī Bn Īūsf Al-Zrqānī Al-Mṣrī Al-᾽azhrī, Šrḥ Al-Zrqānī ʿli Mūṭ᾽a Al-Imām Mālk, Mktbť Al-Ṯqāfť Al-Dīnīť,Qāhrť , 2003m, Ṣ 553-

[17] القرآن: 91/16-

Al-Qr᾽ān: 16/91-

[18] محمد الغزالی، فقه السيرة، ص 227-

Mḥmd Al-Ġzālī, Fqh Al-Sīrť, Ṣ 227-

[19] القرآن: 110/3

Al-Qr᾽ān: 3/110

[20] تاریخ طبری، ج 2 ص 402

Tārīẖ Ṭbrī, Ğ 2 Ṣ 402

[21] علي محمد الصلابي، **غزوات الرسول – دروس وعبر وفوائد**، مؤسسة اقرألنشر والتوزيع والترجمة، قاهرة، 2007، ص 8.

ʿlī Mḥmd Al-Ṣlābī, Ġzwāt Al-Rsūl - Drūs Ūʿbr Ūfwā᾽id, Mu᾽ssť Aqr᾽allnšr Wāltūzīʿ Wāltrğmť, Qāhrť, 2007, Ṣ 8.

[22] القرآن: 60/8

Al-Qr᾽ān: 8/60

[23] القرآن: 40/22

Al-Qr᾽ān: 22/40

[24] **غزوات الرسول**، ص 18-

Ġzwāt Al-Rsūl, Ṣ 18-

[25] ابن عبد البر – يوسف بن عبد البر النمري (367 - 463 ھ)، **الدّرر في اختصار المغازي والسير**، تحقيق: شوقي ضيف، دار المعارف ، قاهرة، 1403 ھـ، ص 95- 242-

Abn ʿbd Al-Br – Īūsf Bn ʿbd Al-Br Al-Nmrī (367 - 463 H.), Al-Dwrr Fī Aẖtṣār Al-Mġāzī Wālsīr, Tḥqīq: Šūqī Ḍīf, Dār Al-Mʿārf , Qāhrť, 1403 H., Ṣ 95- 242-

[26] القرآن: 60/8

Al-Qr᾽ān: 8/60